دوسری گیموں میں حصّہ لینا، بے پردگی اور فحاشی اسلام میں کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ لیکن جمہوریت کے فرزندانِ گرامی اور ترمیم پسند علماء کا ٹولہ عورت کی حکمرانی کے بارے میں کیوں چیختا چلاتا ہے، جبکہ انہوں نے جمہوریت کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر رکھا ہے اور جمہوریت کو منزل مراد مانتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں حیران ہوں کہ جمہوریت پر یقین بھی رکھتے ہیں لیکن اس کے نتائج پر پریشان ہوتے اور بلبلاتے ہیں۔ جن علماء نے الیکشن میں حصّہ لیا اُن کو عورت کی حکمرانی پر شور کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اس احتجاج کا حق صرف ان علماء دین اور دینی کارکنوں کو ہے جو پاکستان کو تبلیغ و جہاد کے ذریعہ دینی ریاست بنانا چاہتے ہیں اور دوسرے نظاموں کو کفر مانتے ہیں۔

انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔ اور ارتداد کی شرعی سزا کا فوراً نفاذ کیا جائے۔ اجتماع جمعہ سے علامہ سید خالد مسعود گیلانی نے بھی خطاب کیا۔

گزشتہ دنوں محلہ دار الفضل ربوہ کی قادیانی لڑکی طاہرہ بی بی نے مرزائیت سے توبہ کر کے مبلغ احرار مولانا اللہ یار ارشد کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ طاہرہ بی بی نے اپنے بیان میں کہا کہ مرزائی مذہب باطل ہے اور میں پورے شعور کے ساتھ اسلام کی حقانیت پر ایمان لاتی ہوں اور میں حلفیہ اقرار کرتی ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے آخری اور سچے نبی و رسول ہیں۔ مرزا غلام احمد جھوٹا، بے ایمان، کذاب اور دھوکے باز تھا۔ مولانا اللہ یار ارشد نے محلہ دار الصدر ربوہ کے منظور حسین کے ساتھ آمنہ بی بی کا نکاح کر دیا۔ ربوہ کے مسلمانوں نے آمنہ بی بی (طاہرہ بی بی کا نیا نام) کو اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دی۔

ربوہ کے مرزائی ڈاکٹر غلام حسین کو امتناع قادیانیت آرڈیننس کی خلاف ورزی کے جرم میں آر ایم ربوہ کی عدالت سے تین مقدمات میں چھ بیس ماہ کی مجموعی سزائے قید سنائی گئی۔ تفصیلات کے مطابق مجرم نے دسمبر ۱۹۸۷ء میں ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ کی عدالت کے سامنے دن کے بارہ بجے اذان دی تھی جس پر مولانا اللہ یار ارشد نے یکم جنوری ۱۹۸۸ء کو تھانہ ربوہ میں اس مرزائی "مرغے" کے خلاف امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت مقدمات درج کرائے۔ اور ملزم پر درج ذیل الزامات عائد کئے۔

۱۔ ملزم نے مسلمانوں کی طرح اذان دی

۲۔ مرزائی لٹریچر تقسیم کیا اور اپنے مذہب کی تبلیغ کی۔

۳۔ حضرت حسینؓ اور اہلبیت کے خلاف پمفلٹ تقسیم کئے۔

مرزائی ڈاکٹر نے سزا سنتے ہی عدالت میں رونا شروع کر دیا۔ "مرزے کی ککڑوں کوں" نے عدالت میں ایک سماں باندھ دیا۔ پولیس نے مجرم مذکور کو ڈسٹرکٹ جیل جھنگ بھیج دیا۔

۲۸ نومبر ۱۹۸۸ء کو مرزائیوں کے دجل و تلبیس کے ترجمان "الفضل" کی اشاعت دوبارہ شروع ہوگئی۔ یہ عوامی حکومت کا مسلمانوں کو پہلا تحفہ ہے۔ "الفضل" نے اپنی نئی اشاعت کے ساتھ ہی مرزائی مذہب کی تبلیغ اور اسے دین حق لکھنا شروع کر دیا ہے۔ اس پر مولانا اللہ یار ارشد نے ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر کے خلاف زیر دفعہ ۲۹۸ بی اور ۲۹۸ سی مقدمات درج کرائے۔ ان مقدمات میں مولانا خود مدعی ہیں۔ ایڈیٹر اور دیگر عملہ گرفتاریوں کے خوف سے فرار ہے۔

یاد رہے کہ "الفضل" نے ۱۹۸۲ء میں اپنی ایک اشاعت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی اور صحابہ کرامؓ کی توہین پر مبنی گستاخانہ مضمون شائع کیا تھا۔ جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعوذ باللہ بابا گورونانک کا ہم شکل لکھا۔ مولانا اللہ یار ارشد نے ۱۹ دسمبر ۱۹۸۲ء کو الفضل کے خلاف مقدمہ درج کرا دیا۔ ربوہ اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں "الفضل" کے خلاف شدید غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ عالمی مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کی مسلسل انتھک جد و جہد کے نتیجے میں ۱۲ دسمبر ۱۹۸۴ء کو حکومت نے "الفضل" بند کر دیا اور ضیاء الاسلام پریس ربوہ تین ماہ کے لئے مقفل کر کے سر بمہر کر دیا گیا۔ لیکن چار سال کی بندش کے بعد "الفضل" کے دوبارہ اجراء نے عوامی حکومت کے بارے میں بہت سے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر الفضل جاری رہتا ہے اور اسی طرح مسلمانوں کے دینی جذبات کی برابر توہین ہوتی رہی تو پھر ہمارے شکوک یقینی ہیں کہ عوامی حکومت در پردہ مرزائیوں کے دجل و تلبیس کی سرپرستی کر رہی ہے۔ ساہیوال اور سکھر کے مرزائی قاتل مجرموں کی سزائے موت کی معافی بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اظہارِ تعزیّت

ختم نبوت مشن برطانیہ کے رہنما مولانا سید اسعد اللہ طارق نے اطلاع دی ہے کہ ڈانکاسٹر میں ہمارے رفیق مہر محمد سرور صاحب کے بھائی مہر محمد انور صاحب وفات پا گئے اور چودھری محمد اسلم صاحب کی اہلیہ انتقال کر گئیں۔ اسی طرح بڈر سفیلڈ میں جناب فضل الٰہی صاحب کی والدہ ماجدہ خالق حقیقی سے جا ملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ، امیر محترم جناب محمد حسن چغتائی مدظلہٗ، جناب عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا سید فضل الرحمٰن احرار اور سید خالد مسعود گیلانی نے اپنے ان رفقاء سے دلی تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ اللہ پاک مرحومین کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

سرگودھا

(نمائندہ خصوصی)

• عورت کی سربراہی • اسلام میں جمہوریت
• اسلام میں طریقِ انتخاب • قرآن حکیم اور علاجِ تنگیٔ داماں

قائدِ تحریکِ ختمِ نبوّت، ابنِ امیرِ شریعت سیّد عطاء المحسن بخاری مدظلہ کے دورۂ سرگودھا کی تفصیلی روداد ــــ نشستیں، تقریبات اور ملاقاتیں

قائدِ تحریکِ ختمِ نبوّت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہٗ نے سرگودھا کے احباب کے دیرینہ مطالبے کے پیشِ نظر بالآخر ماہ دسمبر (۱۹۸۸ء) میں سرگودھا کے دورہ کا پروگرام طے فرمایا۔ شاہ صاحب مدظلہٗ کے اس دورہ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی بڑھ گئی تھی کہ آپ کو مقامی "دفتر احرار" کی تقریب افتتاح میں بطورِ خاص شرکت فرمانا تھی اور مقامی سطح پر اس سلسلہ میں بہت اشتیاق پایا جاتا تھا۔

پروگرام کے مطابق ۶، دسمبر کی شب بعد از مغرب عالمی مجلسِ احرار اسلام سرگودھا کے نئے دفتر کی تقریبِ افتتاح، مختصر اور باوقار انداز میں منعقد ہوئی۔ اس موقع پر شرکاءِ تقریب کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات اور حضرت شاہ صاحب کے جوابات سے اس تقریب کی افادیت دوچند ہو گئی۔ انجمن تاجران اردو بازار (سرگودھا) کے سیکرٹری صاحب نے استفسار کیا کہ کیا عورت سربراہِ مملکت بن سکتی ہے؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ:

پاکستان کے حکمرانوں، سیاست دانوں اور علماء نے ۱۹۵۱ء سے جمہوریت کو قبول کیا ہوا ہے، جمہوریت ایک مستقل ریاستی نظام ہے جس میں عورت اور مرد برابر ہیں۔ ووٹ عورت کا بھی ایک ہے اور مرد کا بھی ایک! عورت گاتی ہے، ناچتی ہے، اداکاری کرتی ہے، ایڈورٹائزنگ ایجنسیوں میں اپنے پوز بیچتی ہے، عورت جسم اور فن بیچتی ہے، عورت وکیل ہے، عورت سیاست دان ہے، عورت بنکوں میں ہے، عورت پرائیویٹ سیکرٹری ہے، عورت سیل گرل ہے، عورت ماڈلنگ کرتی ہے، عورت مینا بازار لگاتی ہے، عورت ڈریسنگ شو میں پیش پیش ہے، عورت ملبوسات کی تشہیر میں اتار دی ہے ــــ جب ان تمام منازل میں مذکورہ طبقوں نے عورت کی ان حیثیتوں کو قبول کیا ہوا ہے، اس کے خلاف تو علماء نے کوئی جدوجہد نہ کی، اپنی خاموشی اور مداہنت سے اس کی تصدیق کی، تو اب مخالفت کی کیا تک ہے؟ جب علماء کا وہ طبقہ جو اپنے آپ کو ولی اللّٰہی تحریک کا وارث سمجھتا ہے ــ اسی نے ۹ برس ایک عورت کی سربراہی اور موافقت میں جمہوری عبادت کو حلال سمجھا ہے تو اب یہ حرام کیوں؟ پھر اسی ظالم طبقۂ علماء نے عورتوں کی مخصوص نشستوں کے لئے خود بھی عورت کو ٹکٹ

دے دیا اور وہ کامیاب بھی ہوگئی، تو اب یہ چیخ وپکار بے معنی ہے، اور اس سے بھی پہلے ۱۹۸۳ء میں جماعتِ اسلامی کے پروردہ ریٹائرڈ جسٹس شیخ ظہور الحق صاحب نے اپنے زمانۂ ملازمت میں عورت کے لئے ہائی کورٹ کے جج ہونے کا قانونی فیصلہ فرما دیا تو یہ علماء و ملت کیوں خاموش رہے؟ ان کی رگِ حمیت کیوں نہ پھڑکی؟ انہوں نے اس کے خلاف رٹ کیوں نہ کی؟ عورت کی شرعی حیثیت کے تعلق میں کوئی بھرپور اجتماعی جدوجہد کیوں نہ کی؟ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جب علماء نے جمہوری راستہ اختیار کیا ہے تو اس میں عورت ہی کیا، کوئی مرزائی بھی برسرِ اقتدار آ سکتا ہے۔ براہِ راست نہ سہی بالواسطہ تو اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ انہوں نے جمہوریت مانگی، سو وہ اب آ گئی۔ اسے قبول کریں کہ یہی جمہوریت ہے۔ اب تو یہ دیکھنا باقی ہے کہ جمہوریت کے ذریعہ نفاذِ اسلام کے مدعی ملک میں کتنا اور کیسا اسلام لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں؟ اس موقع پر ایک اور دوست جناب منیر احمد صاحب نے سوال کیا۔ اسلام میں جمہوریت ہے یا نہیں — ؟ شاہ صاحب نے فرمایا: — جب اللہ پاک نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت دی تو کس سے ووٹ مانگا؟ پھر نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیوں دی، کسی اور کو کیوں نہ دی؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوہِ فاران پر کھڑے ہو کر نبوت کا اعلان کیا، توحید کی دعوت دی تو حضورؐ کو کتنے ووٹ ملے؟ آپؐ کے ساتھ کون تھا اس وقت؟ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اور سردارانِ قبائل کو بیسیوں خطوط لکھے جن میں فرمایا:

۱۔ اسلام قبول کرو تو سلامتی ملے گی۔

۲۔ اسلام قبول نہیں کرتے تو میری اجتماعی حیثیت کو قبول کرتے ہوئے میری ماتحتی قبول کرو۔

۳۔ میں تمہاری نگرانی کروں گا۔ تم جزیہ دو اور "ذمی" بن کے رہو۔

ورنہ یہ تینوں صورتیں قبول نہیں ہیں تو آؤ تلوار سے دو ہاتھ کر لو —!

اب جمہوریت کے عاشقانِ نامراد فرمائیں تو سہی کہ ان تمام امور و اعمال میں آخر کہاں جمہوری "رویّہ" کارفرما ہے جبکہ حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ابوجہل پورے قبائلِ عرب کا سردار مان لیا گیا تھا۔ اس کی تاجپوشی ہونے ہی والی تھی کہ نبی کریمؐ نے نبوت کا اعلان فرما دیا اور اس عظیم "عرب دانشور" کا سارا کرّوفر خاک میں مل گیا۔ تو کیا تب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی رائے، گواہی اور ووٹ کو اپنی شہادت، رائے اور ووٹ کے برابر سمجھا؟ اس کی کوئی سی حیثیت قبول کی؟ — یقیناً نہیں! حضور علیہ السلام کے چچا ابولہب نے افلاطونی جمہوریت کے فرزانہ اصل الاصول — مفاہمت یا کمپرومائز کی بنیاد پر حضورؐ کو دعوت دی کہ عورت، دولت — اور حکومت لے لو مگر یہ لا الٰہ الا اللہ کی دعوت بند کر دو — تو کیا حضور علیہ السلام نے نظریۂ ضرورت کے جمہوری

اصول کے مطابق ابولہب سے مفاہمت اختیار کی؛ اس سے بڑا سنہری موقع تو پھر کبھی بھی نہ ملا کہ دولت، عورت اور حکومت مل رہی تھی، گھر بھی آباد ہو رہا تھا اور طاقت بھی مل رہی تھی۔ بظاہر کتنی اچھی بات تھی کہ حضور علیہ السلام یہ CHANCE AVAIL کرتے، اپنی طاقت مضبوط کرتے اور بعد میں اپنی اسلامی حکومت کا اعلان کر دیتے! پھر کون تھا جو روکتا؟ گویا نبیؐ نے تو جمہوری اصولوں سے مفاہمت نہ کی مگر آج کے علماء، سیاستدان، حکمران اور عوام جمہوریت پر ایمان لے آئے ہیں —— میں پوچھتا ہوں کہ بہادر شاہ ظفر سے لے کر خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کسی ایک خلیفہ، امیر المؤمنین، حاکم اور مسلمان بادشاہ کے عہد میں جمہوریت کا نام و نشان دکھادو؟ ان کے نظام حکومت، نظریۂ حکومت اور طریق حکومت میں جمہوریت کا شائبہ تک ہی دکھادو! انیسویں صدی کے آخر میں برطانوی ہند کے لارڈ کرزن (مشرک) نے ہندوستان میں ڈیموکریسی (جمہوریت) متعارف کرائی، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے ہم عصر علماء نے اسے رد کیا، دھتکارا اور اسے قبول کرنے والوں کو فرنگی سامراج کا ایجنٹ کہا۔ تب جمہوریت حرام تھی آج حلال؟ تب حرام کیوں تھی اور آج حلال کیسے ہوگئی؟ کچھ تو سوچیں! کیا ۱۸۰۰ء میں اسلام کچھ اور تھا اور آج ۱۹۸۸ء میں اسلام میں تبدیلی آگئی ہے؟ اس کا جواب تو دراصل انہی علماء کے ذمہ ہے جو بزعم خویش تحریک ولی اللّٰہی کے پیروکار اور داعی ہیں۔ ہمارے نزدیک تب علماء مزاحمت پر یقین رکھتے تھے۔ اور آج کے جمہوریت زادگان مفاہمت پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمارا ماضی تو مجاہدوں، بہادروں، جرأت مندوں اور قربانی و ایثار کے پیکروں کا تھا۔ انہوں نے مزاحمت کی۔ قلمی مزاحمت، لسانی مزاحمت اور طاقت سے مزاحمت —— لیکن آج کے سیاسی مولوی جن لوگوں کے حاشیہ بردار ہیں۔ یہ مفاد پرست، عیش کوش، مداہن، کفار و مشرکین کے لئے دل میں نرم گوشہ رکھنے والے بزدل، ترمیم پسند اور سیکولر ریاست پر یقین رکھنے والے ہیں —— اور اسی لئے مفاہمت کے بےضمیر اصولوں کی تاریکیوں میں ڈوب کر مسلسل پستیوں میں گر رہے ہیں۔ ان ترمیم پسندوں اور مفاہمت پرستوں سے پوچھئے کہ پورے ملک سے اسلام کا نام لے کر شخصیت، جائیداد اور پارٹیاں بنانے والوں کو صرف ۱۸ سیٹیں ملی ہیں اور اقلیت کے ان اٹھارہ ووٹوں سے یہ پارلیمنٹ میں آخر کیا خدمت سرانجام دیں گے؟ جبکہ یہ اٹھارہ کے اٹھارہ بھی باہم متفق تو کیا ہوں گے —— متحارب مذہبی و مسلکی طبقات کے زیر جبر ہیں۔

شاہ صاحب اپنی بات مکمل فرما چکے تو فوراً ہی سوال کیا گیا کہ جناب! پھر اسلام کا طریق انتخاب کیا ہے ——؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ —— یہ آپ لوگ، جو جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں اور ووٹ کو گواہی اور رائے کا درجہ دیتے ہیں تو اسلام نے گواہ کے لئے تو پابندی لگائی ہے کہ وہ فاسق و فاجر نہ ہو، اور فاسق ہر وہ شخص ہے جو ڈاڑھی منڈاتا ہے، بازار میں کھاتا پیتا ہے، تانک جھانک کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، ملاوٹ کرتا ہے، بلاوجہ قسمیں اٹھاتا ہے وغیرہ وغیرہ —— ! اور اس

سے آگے یہ کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے زانی، شرابی اور جواری فاجر ہے۔ اب آپ ذرا اپنے اس پورے بازار میں سے پچاس آدمی تو ایسے تلاش کر دیں جو فاسق و فاجر نہ ہوں! آپ ہی کہئیے کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ جو بات کہنے کی ہے وہ اسی قدر ہے کہ ہمارا عقیدہ و عمل جب اس بات کی گواہی دیں کہ متقی کو ہی یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ دینی ریاست کے قیام کے لئے رائے اور گواہی دے تو پھر باقی جھاڑ جھنکار ایک طرف پھینک دیں اور جو متقی ہیں ان کی رائے اور گواہی سے ریاست کا حکمران چن لیں اور اس کی بیعتِ خاص اور پھر بیعتِ عام کر لیں۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی نامزدگی ——!

سیدنا فاروق اعظمؓ کی نامزدگی ——!

سیدنا عثمان غنیؓ کا انتخاب (بذریعہ چھ بزرگوں کی انتخابی کمیٹی) ——!

سیدنا علیؓ کا انتخاب ——!

سیدنا حسنؓ کی نامزدگی ——!

سیدنا معاویہؓ کی اجتماعی بیعت (سیدنا حسنؓ سے صلح کے بعد ——!)

یہ دونوں طریقے اسلامی ہیں، شرعی ہیں۔ ان کے علاوہ جس قدر سسٹم ہیں، تمام کافرانہ و مشرکانہ ہیں، جن کا دور سے بھی اسلام کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

یوں سوال و جواب کی یہ نشستِ دفترِ احرار کی تقریبِ افتتاح کا "اختتامیہ" بن گئی۔

شرکاءِ تقریب میں سید خالد مسعود گیلانی، حاجی محمد حنیف، عبدالرزاق صاحب، شمس الدین صاحب، محمد ارشاد چوہان صاحب، مولانا محمد طارق، مولانا محمد عاقل، سید محمد عابد بخاری، فیصل نیازی اور اردو بازار کی انجمن کے سیکرٹری اور نائب صدر صاحبان نمایاں تھے۔

اگلی صبح حضرت ابن امیر شریعت مدظلہ، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری مدظلہ العالی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت رائے پوری نے وقتِ ملاقات اپنے دونوں ہاتھ (ازراہِ شفقت) شاہ صاحب کے سر پر رکھ دیئے۔ شاہ صاحب سے احوالِ خانہ دریافت فرمائے۔ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری کے متعلق دریافت فرمایا اور پھر سب اہلِ خانہ کے حق میں دعا فرمائی۔

حضرت رائے پوری نے فرمایا کہ آپ حضرات کا موجودہ حکومت کے بارے میں کیا تبصرہ ہے؟ اس پر شاہ صاحب

عرض کی کہ حضرت! علماء، سیاست دان اور عوام نے جمہوریت مانگی تھی اور اس مقصد کے لئے ان لوگوں نے بہت ہی غل غپاڑہ کیا —— تو اب اللہ تعالےٰ نے انہیں جمہوریت دے دی ہے!

سرگودھا میں احباب جماعت نے حضرت شاہ صاحب کے ساتھ مختلف نشستوں کا اہتمام کیا جن میں نئے احباب کی ذہنی تربیت کا خیال ملحوظ رہا —— ۳ دسمبر کو سیٹلائٹ ٹاؤن میں شاہ صاحب نے دوران گفتگو "اثبات وجود باری" کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ :

ہر آدمی اگر غور و فکر کی قرآنی دعوت پر لبیک کہے اور پہلے اپنے وجود، وجود کی تخلیق اور جسم انسانی کی وسیع تر کائنات پر بھرپور نظر ڈالے تو سب سے پہلے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کا اپنا وجود اور جسم کے اجزاء اس کی آنکھ سے اوجھل ہیں۔ مثلاً عقل، ذہن، حافظہ، سماعت، نظر، شامہ، نطق —— یہ تمام تخلیقات اس کے اپنے جسم میں ہیں۔ لیکن نہ تو انسان ان کی حقیقت سے واقف ہے اور نہ ہی یہ اس کے مشاہدہ میں آسکتی ہیں۔ حالانکہ انسان نے گردہ، جگر، معدہ، انتڑیاں، دل، ہڈی تک تبدیل کرنے پر قدرت حاصل کر لی ہے۔ حتیٰ کہ بگڑے ہوئے پیدائشی نین نقش بھی پلاسٹک سرجری کے ذریعے حسن و جمال کے روپ میں آنے لگے ہیں۔ چپٹا ناک ستواں ناک بنا دیا۔ پچکے ہوئے کٹے پھٹے ہونٹ دبیز ہونٹوں کی صورت میں گوہر حقیقی بن گئے لیکن آج تک کوئی عقل و فکر کو مجسم نہ کر سکا۔ مشاہدہ کا ہدف نہ بنا سکا۔ دن رات لوگ دہائی دیتے ہیں کہ جناب مجھے فلاں سے عشق ہے اور میں اس کے عشق میں جلا اور گھلا جا رہا ہوں۔ مگر یہ ظالم عشق و محبت مشاہدات و انکشافات کی زد میں آسکے نہ سما سکے، نہ ان کی تجسیم ہو سکی۔ اگر مشاہدہ، انکشاف اور حسیات، کسی وجود کے ادراک اور تجسیم سے محروم ہیں تو اس کا ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلنا چاہیئے کہ وہ موجود بھی نہیں ہے، جبکہ ہر دور کا انسان لطافتوں کا قائل رہا ہے اور آج کا محقق اور انکشافی انسان بھی لطافت اور اس کی بے پناہ قوت کا قائل ہے تو پھر جسم انسانی کی لطافتوں کا بھی معترف ہونا پڑتا ہے۔ اور کوئی لطافت اسباب و عوامل کے بغیر وجود نہیں پاتی۔ جو سبب اور عامل کسی بھی لطافت کے وجود کا سبب ہے وہ اس کا خالق ہے، مالک ہے اور معبود بھی ہے۔ یہی اللہ پاک نے قرآن حکیم میں سمجھایا ہے اور بار بار غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ اور تمہاری جانوں میں (میرے موجود ہونے کے شواہد ہیں) کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟ جسم انسانی درحقیقت بکھری اور پھیلی ہوئی کائنات کی طرح گھری سمٹی ہوئی مجسم اور مختصر کائنات ہے اسی پر غور و فکر کرنے سے انسان کثافتوں کی قلبی و عقلی دبیز تہیں کاٹتا ہوا اللہ شناس بن سکتا ہے۔ اور لطافتوں کے ادراک کے لیے انسان کو لطافت روح کو قوی تر بنانا ہوتا ہے کہ جو ادراکات کا مرکز ہے۔ اور روحی طاقت کا حاصل کرنا سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اتباع کے

بغیر ناممکن ہے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو پہلے شرک میں کامل تھے) جب اتباع رسولؐ میں کامل ہوئے تو الٰہ شناس بن گئے، پھر دنیا کی کوئی طاقت، کوئی خوف اور کوئی لالچ انہیں اللہ کی چوکھٹ سے نہ ہٹا سکا۔

عالمی مجلسِ احرار اسلام سرگودھا کے دفتر میں ایسی ہی ایک "نشست" میں آزادیٔ نسواں، حقوقِ نسواں اور پردہ کے متعلق استفسارات کا جواب دیتے ہوئے شاہ صاحب نے اپنے خاص عالمانہ انداز میں ارشاد فرمایا:

قرآن حکیم تو حکمتوں سے بھری ہوئی کتاب ہے۔ افسوس اس بات کا ہے، لوگ قرآن پڑھنے کے بجائے داستانِ عشق پڑھا کرتے ہیں، بلکہ اب اس سے بھی آگے بڑھ کر جنسی وڈیو فلمیں دیکھنے میں راحت و لذت پانے لگے ہیں، ورنہ قرآن حکیم میں علاجِ "تنگیٔ داماں" بھی ہے۔

عورتوں کے سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم میں دو حکم ہیں ستر اور حجاب ——— ستر کا تعلق ننگیز ڈھانپنے سے ہے اور عورت کا ننگیز تو اس کا سارا جسم ہے۔ جس کا ڈھانپنا اس کے لئے فرض ہے۔ واضح رہے کہ وہ برقعہ یا چادر سے جسم نہیں چھپاتی۔ اس قرآنی حکم کو OPPOSE کرتی ہے اور اس مکروہ اپوزیشن کو اللہ اور اس کا رسولؐ ہرگز قبول نہیں کرتے، بلکہ اس بُرے عمل کو فساد کہتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کے مقابلہ میں ہر وہ عمل جو اپوزیشن کی شکل میں سامنے آئے وہ فساد فی الارض ہی ہے۔

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا - "دنیا کی اصلاح کے بعد دنیا میں فساد مت پھیلاؤ"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۳ برس کی قرآنی محنت کے بعد دنیا کو فلاح و اصلاح کا گہوارہ بنایا۔ اب جو قوم بھی اس انقلاب نبویؐ کے مقابلہ میں اپنی ترجیحات بدلے گی اور دنیا دیرست ہونے کا طعنہ دے کر قرآنی احکام میں ترمیم و اضافہ کا جرم کرے گی۔ اس دنیا میں اس سے بڑا اور بُرا فسادی کون ہو سکتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو امن کی حالت میں عورت کو گھر کی ملکہ بنایا ہے، ریاست کی ملکہ نہیں بنایا —— اور آپؐ نے عورت کو نابینا مرد دیکھنے سے بھی روکا —— آپ نے اپنی تیرہ خواتین اہل بیت میں سے کسی ایک کو بھی اپنی شوریٰ کا رکن تک نامزد نہ کیا۔ اپنی پھوپھیوں، خالاؤں، بیٹیوں غرضیکہ خاندان کی کسی ایک عورت کو کوئی عہدہ کوئی منصب نہ دیا بلکہ ان کی راجدھانی گھروں کو قرار دیا۔

وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا - عورت اپنے گھر کی حاکمہ (QUEEN OF HOUSE) ہے۔

ہاں، ہنگامی حالات میں مثلاً غزوۂ اُحد کے موقعہ پر سیدۂ عالمین عائشہ بھی زخمیوں کو پانی پلاتی ہوئی نظر آتی ہیں اور

اور یہ دین کا خواتین پر حق ہے کہ جب دین پر آفتیں ٹوٹیں تو پھر عورت گھر میں نہ رہے بلکہ دین کی عین منشا کے مطابق ایک پاک باز مجاہدہ کا روپ اختیار کرے ۔

تہذیب مغرب WESTERN CIVLIZATION کے سانپ کی ڈسی ہوئی عورت آج اپنی ثقافتی بدکاریوں کے جواز کے لئے جنگ اُحد کی مثال پیش کرے بھی، تو ظاہر ہے کہ یہ استدلال نہیں، استحصال ہے ۔ اور اسی استحصال کی زد میں چہرہ کا پردہ بھی ہے —— خالی چہرہ نہیں فل میک اَپ والا ابلیسی چہرہ ہے —— جو ہزاروں فتنوں کا دروازہ ہے اور فتنوں کے اس کھلے دروازے کو قرآن حکیم حجاب کے حکم سے ہمیشہ کے لئے بند کرتا ہے ۔

فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۔ پھر تم اوٹ سے مانگو۔

یعنی تم نے اگر اپنے بزرگوں کے گھروں سے یا اپنے اعزہ و اقرباء کے گھروں سے کچھ مانگنا ہے، کچھ پوچھنا ہے تو حجاب (اوٹ) سے مانگو، اس سے حجاب ظاہری و حجاب باطنی دونوں مراد ہیں ۔ دروازہ، پردہ یا چق کی اوٹ سے اور بے حجابانہ انداز گفتگو بھی نہ ہو —— فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا
عورت بھی کسی غیر محرم کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے نرم اور میٹھے لہجے میں گفتگو نہ کرے بلکہ کھری کھری بات کرے ۔

یہ اس لئے تاکہ کسی مریض دل کی بیماریوں میں اضافہ نہ ہو، اور خوشبوؤں کے ماحول میں عفونت نہ پھیلے اور کردار تعفن کی گنجائش نہ نکلے ۔ آواز، الفاظ، لب و لہجہ، اختصار اور ادب —— ان تمام باتوں میں احتیاط سے ہی دل باطنی بیماریوں سے بچ سکتے ہیں —— اور زندگی کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے کے لئے دل کا بیماری سے قوی توانا اور مضبوط ہو تو کامیابی ہو سکتی ہے، ورنہ ہر بھنور میں، ہر گرداب بلا میں ڈوبنے اور ہچکولے کھانے کا خطرہ منڈلاتا رہتا ہے ۔ دیکھئے قرآن پاک میں کس طرح حکم دیا گیا ہے کہ،

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۔

اے نبی! اپنی بیگمات اور بیٹیوں اور تمام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر ڈال لیں ۔

کہ لباس پہننے کے بعد بھی عورت کو مزید ڈھانپنا مقصود ہے تاکہ جسم کے زاویے بھی جنسِ مخالف (OPPOSITE SEX) کی نظروں سے اوجھل اور چھپے ہوئے ہوں ۔ اور جنسی فتنوں اور جنسی دعوت کے تمام اسباب مفقود ہوں ۔ اسلام دراصل جنسی انارکی کے تمام چھوٹے بڑے راستوں کو بند کرنا چاہتا ہے اور یہ اس وقت تک ممکن ہی نہیں، جب تک خواتین، خواتین بن کر نہ رہیں ۔ جس آزادی کو موجودہ عہد کی یونیورسٹائزڈ وومین حاصل کرنا اپنا حق

سمجھتی ہے۔ اس آزادی میں عورت کیلے کی چھلکی اور سنگترے کی قاش سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی - جو عورت بال کٹوائے چہرہ میک اَپ سے سجائے اور اسے ننگا رکھے۔ نیم آستین اور کھلے گلے والی چست قمیص پہن کر اپنی سمارٹ نیس شو کرے۔ شوخ اور بھڑکیلے رنگ کا لباس پہنے۔ مردوں کے ساتھ ہنس ہنس کے گفتگو کرے۔ مردوں کے روبرو بیت بازی، لطیفہ گوئی اور طنز و ملیح کے فقرے چست کرنے کا مظاہرہ کرے۔ پرائیویٹ سیکرٹری بنے، ڈراما تھیٹروں اور فلموں میں کام کرے۔ بازار، ہوٹل، بس، ٹرین، اسٹیشن، اڈہ، بس سٹاپ اور کالج، سکول آتے جاتے لڑکوں اور مردوں کو ہوٹ کرے، بات بے بات پہ قہقہے بکھیرے۔ لڈی، بھنگڑہ، ٹوسٹ (TWIST) کتھک اور بریک ڈانس کرے۔ اپنی جنسیت کی نمائش کرے، برہنہ سر گریبان کھولے سینہ کوبی کرے۔ اپنے پسندیدہ نوجوانوں کے ساتھ "تعلیمی ماحول میں" بانہوں میں بانہیں ڈال کر چلے، چرس بھر کے سگریٹ پیئے، کلب کی ممبر بنے، شراب پئے۔ کبڈی، فٹ بال، ہاکی، جمناسٹک، تیراکی اور مقابلہ حسن میں شریک ہو۔ سیاست اور وکالت کے میدان میں بھی کود پڑے۔ پھر عدالت وحکومت کے سنگھاسن پر بھی براجمان ہو ——— تو ظاہر ہے یہ اللہ و رسول ﷺ کی مطلوبہ و پسندیدہ عورت نہیں ——— اور ہرگز نہیں ——— ! یہ "آدھی عورت" ہے ——— زمانۂ جاہلیت کی جاہل، وحشی، گنوار اور جنسی عورت ہے۔ یہ عورت فرنگیوں اور سامراجیوں کی دریافت ہے۔ ایسی عورت ——— ہرگز ہرگز عائشہ و فاطمہ (رضی اللہ عنہما) کی پیروکار نہیں ہے بلکہ الزبتھ ٹیلر اور صوفیا لورین کی ثقافتی دختر بد اختر اور روحانی و معنوی اولاد ہے۔ اصول و اعتقادات کی روشنی میں چلنے والے سیاسی وسماجی تشخص میں ایسی "ہمہ صفت موصوف" آزاد آوارہ اور بدکارہ عورت کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

حضرت شاہ صاحب مدظلہ کا حالیہ دورہ سرگودھا، گو قدرے مختصر رہا۔ مگر اس سے اس کی اہمیت اور افادیت میں چنداں فرق نہیں آیا۔ جیسا کہ قارئین نے ——— دورہ کی روداد سے بھی اندازہ لگا لیا ہوگا۔ مقامی سطح پہ اس دورہ کے اثرات ان شاء اللہ دور رس نتائج کے حامل ہوں گے۔ اور اب جبکہ سرگودھا شہر کے وسط میں عالمی مجلس احرار کا دفتر باقاعدہ قائم ہو چکا ہے۔ بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ یہاں پر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، دفاع و اتباع صحابہ رضی اور قیام حکومت الٰہیہ کے نقیب و داعی، قافلۂ احرار کے سرفروشوں کی "نفری" اور "سرگرمی" دونوں میں اضافہ ہوگا۔

لاہور میں نقیبِ ختمِ نبوّت کے ایجنٹ

"مشتاق پبلی کیشنز" عزیز مارکیٹ اردو بازار — جہاں نقیبِ ختمِ نبوت،
کے علاوہ دیگر دینی، ادبی اور تاریخی کتب بھی دستیاب ہیں۔!

ملتان
نمائندہ خصوصی

و جمہوریت نفاذ اسلام کا ذریعہ نہیں

و ارباب اقتدار مرزائیوں کو کھلی چھٹی نہ دیں

و بہاولپور کے سرکاری محکمے مرزائیوں کی زد میں کیوں؟

عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس

۱۶ دسمبر کو عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا ایک ہنگامی اجلاس دار بنی ہاشم ملتان میں امیر مرکزیہ جناب محمد حسن چغتائی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں عام انتخابات کے بعد تازہ ترین ملکی، قومی اور سیاسی صورت حال کا جائزہ لیا گیا۔ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی اسلام اور ملک دشمن سرگرمیوں پر بھی غور و خوض کیا گیا اور ربوہ میں قادیانیوں کے سالانہ ارتدادی اجتماع پر پابندی لگانے کے سرکاری اعلان کا خیر مقدم کیا گیا۔ جماعت کے تنظیمی امور کے علاوہ مختلف شاخوں کے مسائل بھی زیر بحث آئے۔ ارکان اجلاس نے متفقہ طور پر اپنے بیان میں کہا کہ مجلس احرار اسلام کی شروع دن سے پختہ رائے ہے کہ مروجہ نظام جمہوریت کے تحت اسلامی نظام تو کیا اصلاح احوال کی بھی کوئی امید نہیں۔ اور جو مذہبی جماعتیں اور بزعم خود دینی رہنما یہ سمجھتے تھے کہ وہ اس جمہوریت کے ذریعہ اسلام نافذ کریں گے۔ انہیں موجودہ انتخابات کے نتائج سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ عوام نے انہیں اور ان کی جماعتوں کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔ اس لئے اب دینی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں کو اپنے مستقبل کے بارے میں دو ٹوک فیصلہ کرنا ہوگا۔ (۱) یا اسلام کا نام لینا چھوڑ دیں یا اسلام کو اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ سے نافذ کرنے کی جدوجہد کریں۔ کم از کم علماء اور دینی جماعتیں اسلام کو کفریہ نظاموں جمہوریت اور اشتراکیت کے سہاروں کا محتاج نہ کریں۔ اور اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو پھر اتحاد و اتفاق کی فضا کو قائم رکھنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اجلاس میں متعدد قراردادوں کے ذریعے متفقہ طور پر مطالبہ کیا گیا کہ:

امتناع قادیانیت آرڈیننس پر عمل درآمد کرایا جائے۔

ساہیوال اور سکھر میں مسلمانوں کے قتل میں ملوث فوجی عدالتوں سے سزا یافتہ قادیانیوں کی سزائیں بحال رکھی جائیں۔

اور ان پر فوری عمل درآمد کرایا جائے۔ نیز تخریبی کارروائیوں، قتل و غارت اور ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث، سزا یافتہ مجرموں کو سیاسی قیدی کے طور پر رہا کر کے ملک میں انارکی اور افراتفری کو فروغ نہ دیا جائے ـــــ لواحقین کی مرضی کے بغیر دنیا کا کوئی قانون قاتل کو معافی کی اجازت نہیں دیتا۔

مرزائیوں کے ترجمان روزنامہ "الفضل" کا ڈیکلریشن جو ۲۱ نومبر کو صوبائی حکومت نے چار سالہ قانونی بندش کے بعد بحال کر دیا ہے، پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ الفضل پر فوری پابندی عائد کی جائے اور مرزائیوں کی حوصلہ افزائی بند کی جائے۔ اجلاس نے مطالبہ کیا کہ مارچ ۱۹۸۹ء میں ربوہ میں قادیانیوں کے صد سالہ جوبلی جشن پر پابندی کا اعلان کیا جائے۔ مرزا طاہر کی پاکستانی شہریت ختم کر کے اس کی جائیداد ضبط کی جائے۔ اجلاس میں بہاولپور میں اہم سرکاری عہدوں پر مرزائیوں کی تعیناتی پر بھی تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا چونکہ سب سے پہلے بہاولپور میں مرزائیوں کو کافر و مرتد قرار دیا گیا تھا۔ اس لئے مرزائی بہاولپور کے متعلق انتہائی منتقمانہ جذبات رکھتے ہیں۔ اور اس سرزمین کو اپنی آماجگاہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ چنانچہ آج کل گہری سازش کے ذریعے بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال محکمہ خوراک اور محکمہ ٹیلیفون سمیت متعدد محکموں کی کلیدی اسامیوں پر مرزائی افسران مسلط ہیں۔ اجلاس نے مطالبہ کیا کہ فی الفور ان کا تبادلہ کیا جائے۔ اور یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ تحفظ صحابہ کرام آرڈیننس پر بھی موثر عمل درآمد کرایا جائے۔ اجلاس نے موجودہ ملکی صورت حال کو انتہائی غیر یقینی قرار دیتے ہوئے عدم اطمینان کا اظہار کیا ـــــ ۲۶ تا ۲۸ دسمبر کو ربوہ میں قادیانیوں کے سالانہ جلسہ پر پابندی کو بحال رکھنے کے سرکاری احکام کو سراہا۔

اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری جنرل ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، امیر مرکزیہ محمد حسن چغتائی مدظلہ، خطیب مسجد احرار ربوہ مولانا اللہ یار ارشد، مولانا محمد اسحاق سلیمی، سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ، سید خالد مسعود گیلانی، سید محمد کفیل بخاری اور دیگر مندوبین نے شرکت کی۔

ملتان کا مرزائی طالب علم فارم داخلہ کے مذہب کے خانہ میں مسلم کی بجائے قادیانی لکھنے پر مجبور ہو گیا!

گورنمنٹ رفاہ عام ہائی سکول ملتان کے طلباء کا مجاہدانہ اقدام

ملتان (نمائندہ خصوصی) گورنمنٹ رفاہ عام ہائی سکول ملتان کا معیاری سکول ہے گزشتہ دنوں میٹرک کے

امتحانات کے سلسلہ میں طلباء فارم داخلہ پُر کرنے میں معروف تھے کہ سکول کے ایک مرزائی طالب علم نے فارم داخلہ کے مذہب کے خانہ میں اپنے آپ کو مسلمان لکھا۔ طلبہ اُس کے تعاقب میں تھے۔ طلبہ کا بیان ہے کہ اس نے قرآن خوانی کے امتحان میں بھی حصہ لینے کی کوشش کی اس طرح وہ اپنے آپ مسلمان ظاہر کر رہا تھا۔ طلباء نے زبردست احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ مذکورہ طالب علم اپنا مذہب قادیانی لکھے اور قرآن خوانی میں حصہ نہ لے نہ ہی قرآنِ پاک کو ہاتھ لگائے کیونکہ وہ ناپاک ہے اور غیر مسلم ہے۔ جماعت دہم کے انچارج استاد صاحب نے یہ معاملہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے پیش کیا۔ طلبہ کے احتجاج پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے مرزائی طالب علم سے کہا کہ اگر تم مرزائی ہو تو اپنے آپ کو مسلمان کیوں لکھا۔ اس نے معافی مانگی اور فارم پر اپنے آپ کو قادیانی لکھا یوں جماعت دہم کے طلبہ کے مجاہدانہ اقدام سے مرزائی دھوکہ دینے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ سکول کے طلبہ نے نمائندہ خصوصی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے دل میں مرزائیت کے خلاف نفرت اور عقیدۂ ختمِ نبوت سے محبت مجلسِ احرارِ اسلام کے رہنماؤں اور جیالے کارکنوں کی محنت کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ احرار کا شعبۂ تبلیغ تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت اس سلسلہ میں گزشتہ پچاس برس سے جدوجہد میں معروف ہے۔ حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فتنۂ مرزائیت کے خلاف جس عوامی دینی تحریک کو جاری فرمایا تھا آج وہ ہم سب کے دلوں کی دھڑکن بن چکی ہے اور ہم عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

تلہ گنگ

واصف رومان

- صحابۂ کرام کی انقلابی جدوجہد ہی نفاذِ اسلام کا ذریعہ ہے جمہوریت نہیں۔
- ترمیم پسند علماء انتخابی نتائج سے عبرت حاصل کریں۔
- بنیاد پرست علماء دینی انقلاب کی جدوجہد تیز کر دیں۔
- "نفاذِ اسلام" دینی قوتوں کے اتحاد کی واحد قدرِ مشترک ہے۔
- ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المؤمن بخاری کا اجتماعِ جمعہ سے خطاب

گزشتہ دنوں عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب صدر ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہٗ ایک روزہ تبلیغی دورہ کے سلسلہ میں تلہ گنگ تشریف لائے۔ جامع مسجد سیدنا ابوبکر صدیقؓ میں خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے کہا؛

ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ دین کی وہ حیثیت جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچائی اسے ادا کرتے رہیں۔ ایک حیثیت وہ ہے جو ہم اپنی مرضی و منشا کے تحت ادا کرتے ہیں۔ ایک حیثیت خود دین ہے۔ دین اللہ کا ہے اور اس کا ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ انہوں نے کہا کہ،

"جو آدمی جس فن کا اہل ہو اس سے وہ کام لینا چاہیئے۔ ترکھان سے درزی اور تعلیم یافتہ فرد سے جوتا گانٹھنے کا کام نہیں لیا جا سکتا۔ تو وہ آدمی جس نے دین کا علم حاصل نہ کیا ہو اسے دینی علوم کا ماہر کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ آج ہر وہ دین جس کا دین کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں دین کے معاملے میں اپنی رائے اور دخل دے دے کر اس کے بخیئے ادھیڑ رہا ہے"۔

انہوں نے کہا کہ " نبی زندگی کے ہر مقام پر رہبری کے لئے موجود ہے۔ وہ خود کامل ہے اور اپنے ساتھیوں کو کامل بناتا ہے۔ صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کیا۔ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ دیا۔ دنیا بھر کی مصیبتیں اُن پر ٹوٹ پڑیں لیکن وہ ہر مقام و مرحلے پر ثابت قدم رہے۔ اگر صحابہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وفا نہ کرتے تو ہمیں نبوت کی نورانی کرنیں کبھی نہ پہنچتیں"۔

آپ نے فرمایا کہ " جس اللہ نے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے اس پر حکم بھی اُسی کا چلے گا۔ مجلسِ احرارِ اسلام کا نعرہ حکومتِ الٰہیہ اُسی حکم کی صدائے بازگشت ہے۔ ہمارے اعتقادات، عبادات، معاملات، سیاسیات، معاشیات، معاشرت اور تہذیب و تمدن کا تعلق صرف اور صرف دین سے ہے۔ لیکن ہم نے اس سے بغاوت کی۔ گزشتہ چالیس برس سے اس ملک کا مقصد لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ بتایا جا رہا ہے۔ اندرونِ خانہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ لوگوں نے اپنی جاگیر و تہذیب کے لٹ ن پٹانا، بہو، بیٹیوں، بہنوں کی عزتیں لٹانا اور لاکھوں بچوں کو یتیم کرانا قبول کیا کہ اس مملکتِ خداداد میں لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللہ کا راج ہوگا اور ہمارا معاشرہ ایمان اور مساوات کا نمونہ ہوگا لیکن واحسرتا! چالیس برس گزرنے کو آئے ہیں۔ اس ملک میں سب کچھ آیا مگر اسلام نہیں آیا۔ صدارتی اور پارلیمانی نظام ہائے حکومت آئے لیکن اسلامی نظامِ حکومت نہیں آیا۔ انہوں نے کہا کہ اب بھی سنبھلنے کا وقت ہے کہ ہم سربسجود ہو کر اور گڑگڑا کر اپنے پالنہار اور داتا سے اپنی بغاوتوں اور سرکشیوں کی

معافی مانگیں اور اس کے دین کو اسس کا اصل مقام بخشیں"۔

انہوں نے موجودہ ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"پیپلز پارٹی نے موجودہ الیکشن میں واضح اکثریت حاصل نہیں کی بلکہ سادہ اکثریت سے کامیاب ہوئی ہے جس کی وہی وجہ ہے جو ۷۰ء کے الیکشن میں تھی کہ دینی قوتوں نے لادین عناصر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنی قوتیں مختلف سمتوں میں بکھیر دیں اور پیپلز پارٹی برسر اقتدار آئی۔ ان حالات کو مجلس احرار اسلام اور تحریک نفاذ اسلام بڑی سنجیدگی کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔ انہوں نے علماء کرام پر زور دیا کہ ان حالات کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے فروعی اختلافات ختم کر دیں۔ اور باہم مل کر اتحاد و یکجہتی کے ساتھ نفاذ اسلام کی واحد قدر مشترک کیلئے جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کریں تاکہ اسلام کا اقتدار اور وقار بحال ہو اور لادین عناصر کا یہ پروپیگنڈا ختم ہو کہ دین ہر فرد کا انفرادی معاملہ ہے اجتماعی نہیں"۔

انہوں نے علمائے کرام سے اپیل کی کہ وہ حاضر ناظر، نور بشر اور حیات ممات جیسے فروعی مسائل بیان کرنے کی بجائے ملک میں بڑھتی ہوئی بے روزگاری، عریانی فحاشی، اقتصادیات و معاشیات، دیگر اہم ملکی و معاشرتی اور عصر حاضر میں درپیش بین الاقوامی مسائل کو موضوع بنائیں اور ان کا حل پیش کریں۔ ورنہ کراچی میں ایم۔کیو۔ایم کے ہاتھوں اپنی تباہی و بربادی کا منظر آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اسکی ایک ہی وجہ ہے کہ آپ نے فروعی مسائل کو تو بڑھا چڑھا کر لہک لہک کر اور خوش الحانی و خوش بیانی اور غمزہ و ادا کے ساتھ بیان کیا۔ لیکن معاشرہ میں اٹھنے والے گھمبیر مسائل سے غفلت برتی۔ جب کہ لسانی اور صوبائی تعصب کے علمبرداروں نے عوامی حقوق کا نعرہ لگا کر عوام کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ بعد میں پچھتانے سے کہیں بہتر ہے کہ اپنے فکر اور رویہ میں تبدیلی پیدا کی جائے۔ نوجوان نسل کو سوشلزم اور کمیونزم کا نوالہ تر بننے سے بچایا جائے۔ مبادا روز محشر ان کا ہاتھ آپ کے گریبان تک پہنچ جائے۔

آپ نے فرمایا کہ آج کے عہد اور ہر دور میں نفاذ اسلام کیلئے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی انقلابی جدوجہد کا نظریۂ عمل ہی معیار و حجت ہے۔ کیونکہ صحابۂ کرام ہی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونۂ کامل ہیں اور امت کے لئے آئیڈیل جماعت ہیں ان کا دفاع اور انہی کا طریقۂ جدوجہد ہمیں کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ سب صحابہ راشد و عادل ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق سے لے کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم تک

کا دورِ خلافت، صحابہ نظامِ ریاست و مملکت چلانے کے لئے ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ نظامِ حکومت چلانے کے لئے جمہوریت جیسے کفریہ نظامِ ریاست کا سہارا لینا اسلام کے منافی ہے۔ اسلام کا قیام و نفاذ تب ہی ممکن ہے جب علماء اور تمام مسلمان مل کر اسلام کے انقلابی طریقۂ جدوجہد کو اپنائیں اور تمام کفریہ نظاموں کی بساط الٹ دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ترمیم پسند علماء انتخابی نتائج سے عبرت حاصل کریں اور بنیاد پرست علماء دینی انقلاب کی جدوجہد تیز تر کردیں۔

گڑھا موڑ

رنگین خان خٹک

• عالمی مجلس احرارِ اسلام کے نئے دفتر کی افتتاحی تقریب
• قائد تحریکِ ختمِ نبوت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کا احرار کارکنوں سے خطاب

گڑھا موڑ (ضلع وہاڑی) میں عالمی مجلس احرار اسلام کے جانباز کارکن حضرت مولانا محمد اسحاق سلیمی مدظلہ کی سرپرستی میں فتنہ مرزائیت اور دیگر دین دشمن طبقوں کے خلاف سرگرمِ عمل ہیں۔ وہاڑی روڈ پر واقع مدرسۃ العلوم الاسلامیہ جماعت کا اہم مرکز ہے۔ مقامی کارکن ایک عرصے سے یہاں جماعت کے دفتر کے قیام کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ چنانچہ قائد تحریکِ ختمِ نبوت ابنِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، مرکزی ناظمِ اعلیٰ عالمی مجلسِ احرار اسلام پاکستان، حضرت مولانا محمد اسحاق سلیمی اور دیگر مقامی کارکنوں کی دعوت پر دفترِ احرار کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لئے یکم دسمبر ۱۹۸۸ء کو یہاں تشریف لائے۔ یہ دفتر خانیوال روڈ پر قائم کیا گیا۔ اور عرصہ تین ماہ میں مولانا محمد اسحاق سلیمی اور دیگر احرار کارکنوں کی مخلصانہ جدوجہد سے پینتیس ہزار روپے کی لاگت سے اس کی تعمیر اور ضروریات مکمل کی گئیں۔

یکم دسمبر کو بعد نمازِ ظہر دفتر کے سامنے کھلے میدان میں تقریب کا اہتمام ہوا جس میں احرار کارکنوں کے علاوہ کثیر تعداد میں معززینِ شہر نے بھی شرکت کی۔ مقامی جماعت کے صدر صوفی محمد یوسف صاحب کی زیرِ صدارت تلاوتِ قرآن کریم سے تقریب کا آغاز ہوا۔ حضرت مولانا محمد اسحاق سلیمی نے افتتاحی کلمات میں مجلس احرار اسلام کی تاریخ پر سیر حاصل گفتگو کی۔ آپ نے جماعت کے قیام ۱۹۲۹ء سے لے کر ۱۹۸۸ء تک کی محنت اور کام کا جائزہ پیش کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ مجلس احرارِ اسلام کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے ۱۹۳۴ء میں حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں قادیان میں ختمِ نبوت کا جھنڈا لہرایا اور جماعت کا باقاعدہ ایک شعبہ تحریک تحفظ ختمِ نبوت کے نام سے قائم کیا۔ اسی طرح ۱۹۷۶ء میں فرزندانِ امیرِ شریعت کی قیادت میں تاریخ میں پہلی مرتبہ ربوہ میں مسلمان فاتحانہ انداز